امن وامان کا مسئلہ

اور سیرتِ طیبہ کی روشنی میں اس کا حل

ڈاکٹر بشیر احمد رِند

آج کا جدید اور ترقی یافتہ دور جو سیاسی، سماجی، معاشی، سائنسی اور علمی میدان میں حدِ کمال کو چھو رہا ہے، اس دور میں بھی دنیا اسی طرح امن وامان کے مسئلے سے دوچار ہے جس طرح آج سے ساڑھے چودہ سو سال پہلے کا سماج امن اور سلامتی کے مسئلے سے دوچار تھا۔ آج بھی انسانی خون بہت ارزاں ہے، انسانوں کی عزتیں تار تار ہیں، مال و جائداد محفوظ نہیں، مذہبی اور فکری حوالے سے تحفظ نہیں۔ آج بھی رنگ و نسل، ذات پات، وطنیت کا بھوت شیشے میں بند نہیں ہوا، اونچ نیچ کا فرق ختم نہیں ہوا۔ دنیا میں نیشنلزم، فاشزم، سوشلزم جیسے نظریات آئے، لیکن کسی نے انسان کے ان بنیادی مسائل کا حل پیش نہیں کیا۔ لیگ آف نیشنز اور اقوامِ متحدہ کے نام سے ادارے بنے، پھر بھی امن وامان کا مسئلہ جوں کا توں رہا۔ ''جس کی لاٹھی اس کی بھینس'' کا راج آج بھی قائم ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر وہ کیا اسباب ہیں جن کی وجہ سے دنیا میں امن وامان ناپید ہے اور بدامنی کا بھوت دندنا رہا ہے؟ اور پھر یہ کہ نبی کریم ﷺ کی سیرتِ طیبہ نے اس کا حل کیا بتایا ہے؟ اس آرٹیکل میں اس مسئلہ کے اصل اسباب اور اس کا حل سیرتِ طیبہ کی روشنی میں تلاش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ جو دین لائے، اس کا نام اسلام ہے، جس کے معنی امن اور سلامتی کے ہیں۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کا لایا ہوا دین امن اور سلامتی کا دین ہے، جس کے ہر امر اور نہی کے پیچھے امن اور سلامتی کا راز مضمر ہے۔ اسی طرح جب ہم آپ ﷺ کی سیرتِ طیبہ پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں آپ ﷺ کی تعلیمات اور پاکیزہ کردار سے امن اور سلامتی جھلکتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

ا:...... ''المسلم من سلم المسلمون من لسانہٖ ویدہٖ۔''

''(صحیح معنیٰ میں) مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔'' (۱)

۲:...... ''المسلم من سلم الناس من لسانہٖ ویدہٖ والمؤمن من أمنہ الناس علٰی دمائھم وأموالھم۔'' (۲)

’’کامل مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے پوری انسانیت محفوظ رہے اور کامل مومن وہ ہے جس سے انسانیت کی جانیں اور مال محفوظ رہیں۔‘‘

جس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ آپ ﷺ کے لائے ہوئے پیغام ’’اسلام‘‘ اور آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ کا اصل مقصد انسانی سماج کو بلا امتیاز امن اور سلامتی فراہم کرنا ہے۔

بدامنی کے اسباب

سماج سے کسی مکروہ چیز کے خاتمے کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ اس کے اسباب ومحرکات کو ختم کیا جائے۔ اس حوالے سے جب بدامنی کے اسباب پر غور وفکر کیا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ سماج میں بدامنی یا فساد اور بگاڑ کا اصل سبب کچھ برائیاں ہیں اور ان برائیوں میں سے اہم برائیاں یہ ہیں: کسی کی جان، مال یا عزت میں ناحق ہاتھ ڈالنا یا کسی کے مذہب میں مداخلت کرنا یا ہوسِ ملک گیری کی نیت سے کسی کی سرزمین پر چڑھائی کرنا، جنہیں آج کی زبان میں (RightsHumanofViolation) کہتے ہیں۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ اس سلسلے میں نبی اکرم ﷺ کی سیرتِ طیبہ سے ہمیں کیا تعلیمات ملتی ہیں؟

ا:......انسانی جان کی حرمت

حضورِ اکرم ﷺ کی تعلیمات کے مطابق بلا امتیاز ہر انسان کی جان قابلِ احترام ہے، کسی ایک انسان کو ناحق قتل کرنا پوری انسانیت کے قتل کے برابر ہے اور کسی ایک انسان کی جان بچانا پوری انسانیت کی جان بچانے کے مترادف ہے، جیسے قرآن مجید میں ارشاد ہے:

’’مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا۔‘‘(۳)

’’جس نے کسی انسان کو خون کے بدلے یا زمین میں فساد پھیلانے کے سوا (ناحق) قتل کیا، اس نے گویا پوری انسانیت کو قتل کیا اور جس نے کسی ایک انسان کی جان بچائی، اس نے گویا پوری انسانیت کی جان بچائی۔‘‘

ایک اور آیت کریمہ میں کسی مؤمن کی جان لینے کو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی، غضب، لعنت اور دوزخ میں داخل ہونے کا سبب قرار دیا گیا ہے، جیسے اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

’’مَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَائُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَ غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا۔‘‘(۴)

’’جو شخص کسی مؤمن کو جان بوجھ کر قتل کرے گا تو اس کی سزا جہنم ہے، جس میں وہ ہمیشہ رہے گا، اس پر اللہ کا غضب اور اس کی لعنت ہے اور اللہ نے اس کے لیے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے‘‘۔

ایک روایت میں آپ ﷺ نے فرمایا:

www.banuri.edu.pk

’’من قتل معاهدًا في غير كنهه حرم الله عليه الجنة ۔‘‘(۵)

’’جس نے کسی غیر مسلم پُرامن شہری کو ناحق قتل کیا، اللہ نے اس کے لیے جنت حرام کردی ہے‘‘۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانی جان کے تحفظ لیے نہ صرف اخلاقی تعلیم دی ہے، بلکہ اس کے لیے قانونِ قصاص و دیت بھی دیا، تاکہ انسانی جان محفوظ رہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ سیرت کے مطابق ہر انسان کی جان قابل احترام ہے، چاہے وہ مسلم ہو یا غیر مسلم، چھوٹا ہو یا بڑا، امیر ہو یا غریب۔ جب تک کوئی شخص کسی اور کی جان میں ہاتھ نہیں ڈالتا یا زمین میں فساد نہیں پھیلاتا، اس وقت تک نہ ریاست کو کوئی حق پہنچتا ہے اور نہ کسی فرد کو کہ اس کی جان کی طرف ہاتھ بڑھائے، لیکن اگر ناحق کسی کی جان پر ہاتھ ڈالا گیا تو پھر زمین میں فتنے اور فساد کا دروازہ کھل جائے گا۔

۲:......انسان کے مال کی حرمت

بدامنی اور فتنے وفساد کی دوسری وجہ کسی کے مال میں ناجائز طور پر ہاتھ ڈالنا ہے، پھر وہ مال کسی فرد کا ہو یا کسی قوم کا۔ اس سلسلے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات یہ ہیں کہ جائز اور قانونی طریقے کے علاوہ کسی بھی طریقے سے دوسروں کا مال نہ کھاؤ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی الہامی کتاب قرآن مجید میں ارشاد ہے:

’’يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ ۔‘‘(۶)

’’اے ایمان والو! ایک دوسرے کا مال ناجائز طور پر نہ کھاؤ، سوائے اس کے کہ لین دین ہو تمہارے درمیان ایک دوسرے کی رضامندی کے ساتھ۔‘‘

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ا:......’’لا يحل لامرء من مال أخيه إلا ما طابت به نفسه۔‘‘(۷)

’’اپنے بھائی کا مال اس کی رضامندی کے بغیر کسی کے لیے کھانا حلال نہیں۔‘‘

۲:......’’كل المسلم على المسلم حرام دمهٗ ومالهٗ وعرضهٗ۔‘‘(۸)

’’ایک مسلمان کی جان، مال اور عزت دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔‘‘

۳:......’’فإن دمائكم وأموالكم وأعراضكم بينكم حرام كحرمة يومكم هٰذا في شهركم هٰذا في بلدكم هٰذا۔‘‘(۹)

’’تمہاری جانیں، تمہارے مال اور تمہاری عزتیں ایک دوسرے کے لیے اس طرح قابلِ احترام ہیں جس طرح آج کا دن (۹ ذی الحجہ) اور جس طرح یہ مہینہ (ذی الحجہ) اور جس طرح یہ شہر (مکہ مکرمہ)۔‘‘

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ سیرت اور تعلیمات کے مطابق رشوت، غبن، ملاوٹ، ذخیرہ اندوزی، ناپ تول میں کمی بیشی، دھوکہ اور فریب، حرام اور ناجائز چیزوں کا کاروبار، ناجائز قبضہ، لوٹ کھسوٹ، جوا، سود اور چوری وغیرہ روزی حاصل کرنے کے ناجائز ذریعے ہیں۔ اگر ان ذرائع سے روزی حاصل کی گئی تو سماج میں فتنہ اور فساد برپا ہو جائے گا اور ملک سے امن اور سکون چلا جائے گا۔ اس لیے امن اور

سلامتی کے پیغمبر ﷺ نے ان سب ذرائع سے روزی حاصل کرنے کو حرام اور ناجائز قرار دیا، یہاں تک کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ’’أیما عبد نبت لحمہ من سحت فالنار أولٰی بہ۔‘‘(۱۰) ....’’جس بندے کا گوشت حرام مال سے پیدا ہوا، اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔‘‘

۳: ......انسانی عزت کا احترام

تیسری اہم بات جس کی وجہ سے دنیا میں فتنے اور فساد برپا ہوتے ہیں، وہ یہ ہے کہ کسی کی عزت میں ناحق ہاتھ ڈالا جائے۔ آپ ﷺ کی تعلیمات کے مطابق ہر شخص قابل احترام ہے، چاہے وہ حاکم ہو یا محکوم، مرد ہو یا عورت، مسلم ہو یا غیر مسلم، استاد ہو یا شاگرد، امیر ہو یا غریب، افسر ہو یا ماتحت، تعلیم یافتہ ہو یا ناخواندہ، ہر ایک مناسب عزت و وقار (RespectDue) کا مستحق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پوری انسانیت کو قابل تکریم بنا کر پیدا کیا ہے، جیسے قرآن مجید میں ارشاد ہے:

’’وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْ اٰدَمَ وَ حَمَلْنَاھُمْ فِیْ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاھُمْ مِّنَ الطَّیِّبَاتِ وَ فَضَّلْنَاھُمْ عَلٰی کَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِیْلاً۔‘‘(۱۱)

’’بیشک ہم نے آدم علیہ السلام کی اولاد کو بڑی عزت بخشی ہے، ہم نے انہیں خشکی اور سمندر (دونوں) میں سوار کیا اور ہم نے انہیں پاکیزہ اور نفیس چیزیں عطا کیں، اور ہم نے ان کو بہت سی مخلوقات پر بڑی فضیلت دی ہے۔‘‘

اس آیت کریمہ سے ظاہر ہے کہ ہر انسان قابل احترام ہے چاہے وہ کسی بھی رنگ، نسل، جنس، وطن، زبان، اور مذہب سے تعلق رکھتا ہو۔ یہی سبب ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی پاکیزہ تعلیمات کے ذریعے ہر اس رویے کو حرام قرار دیا جس سے کسی بھی انسان کی عزتِ نفس مجروح ہوتی ہو۔ سورۂ حجرات، آیت نمبر: ۱۱ اور ۱۲ میں کسی کے مذاق اڑانے، کسی کو طعنہ دینے، برے القاب سے پکارنے، خواہ مخواہ بدگمانی رکھنے، کسی کے عیب تلاش کرنے اور غیبت کرنے کو سخت حرام اور ناجائز عمل قرار دیا گیا ہے۔ اسی طرح اسی سورۃ کی آیت نمبر: ۱۳ میں ذات، پات، رنگ اور نسل کی بنیاد پر اپنے آپ کو برتر اور دوسروں کو کمتر سمجھنے سے بھی روکا گیا ہے اور تمام انسانوں کو حضرت آدم اور حوا علیہما السلام کی اولاد قرار دے کر عالمی بھائی چارے اور مساوات کا درس دیا گیا ہے۔ حجۃ الوداع کے خطبے میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا:

’’لافضل لعربی علٰی عجمی ولا لعجمی علٰی عربی ولا لأحمر علٰی أسود ولا لأسود علٰی أحمر إلا بالتقوٰی۔‘‘(۱۲)

’’کسی عربی کو عجمی پر اور کسی عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت نہیں اور نہ کسی گورے کو کالے پر اور نہ کسی کالے کو گورے پر کوئی برتری حاصل ہے۔ فضیلت اور برتری کا مدار تقویٰ اور پرہیزگاری پر ہے‘‘

آپ ﷺ کی تعلیمات اور پاکیزہ سیرت میں برہمن، کھتری، ویش اور شودر جیسی مت بھیت والی

روایات کے لیے کوئی گنجائش نہیں ہے، جن میں کچھ لوگوں کو صرف ذات پات کی وجہ سے دوسرے لوگوں پر اہمیت دی جاتی ہو اور نہ ہی رنگ اور نسل کی بنیاد پر کسی کی کوئی اہمیت ہے۔ آپ ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر سینکڑوں عرب خوبصورت نوجوانوں کو چھوڑ کر ایک حبشی کالے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بیت اللہ کی چھت پر کھڑا کرکے اذان دلائی، تاکہ لوگوں کو پتہ چلے کہ رحمۃ للعالمین کی نظر میں ذات، پات، رنگ اور نسل کی کوئی اہمیت نہیں۔ ہاں! اگر اس کے پاس کسی چیز کی اہمیت ہے تو ایمان، عقیدے، اخلاق و کردار اور پاکیزہ سیرت کی ہے۔ (۱۳)

ایک صحابی رضی اللہ عنہ کسی یہودی کو صرف اس بات پر تھپڑ مارتا ہے کہ اس نے کہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت محمد ﷺ سے افضل ہیں تو آپ ﷺ نے اپنے صحابی رضی اللہ عنہ کو سخت تنبیہ فرمائی اور باوجود افضل الانبیاء ہونے کے فرمایا کہ: مجھے کسی نبی پر فوقیت نہ دو۔ (۱۴)

انسانی سماج کی بدقسمتی یہ ہے کہ آج کے اس جدید اور ترقی یافتہ دور میں بھی قدیم جاہلیت کی رسمیں جاری ہیں۔ آج کے اس جدید اور ترقی یافتہ انسان کے لیے آپ ﷺ کی پاکیزہ سیرت اور تعلیمات میں وہی ہدایت اور رہبری موجود ہے جو چودہ سو سال پہلے والوں انسانوں کے لیے تھی۔

۴:...... مذہب کا احترام یا مذہبی آزادی

چوتھا اہم سبب جس کی وجہ سے دنیا میں امن وامان کا مسئلہ پیدا ہوتا ہے، وہ یہ ہے کہ کسی کے مذہبی معاملات میں مداخلت کی جائے۔ انسانی تاریخ میں حضورِ اکرم ﷺ وہ پہلی شخصیت ہیں جنہوں نے تنگ نظری اور تعصب زدہ دور میں مذہبی وفکری آزادی کا علم بلند کیا اور اس سلسلے میں جبر واکراہ کو فتنہ وفساد قرار دیا اور اپنی تعلیمات میں مذہبی وفکری جبر سے سختی کے ساتھ روکا، چنانچہ آپ ﷺ کی الہامی کتاب قرآن مجید میں ارشاد ہے: ''لَاۤ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۔'' (۱۵) ''دینی معاملات میں جبر درست نہیں، ہدایت گمراہی سے الگ اور واضح ہو چکی ہے'' ایک اور آیت میں ارشاد ہے: ''لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ۔'' (۱۶) ''آپ کے لیے آپ کا دین اور میرے لیے میرا دین ہے۔'' ایک اور آیت میں ارشاد ہے: ''فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَاءَ فَلْيَكْفُرْ ۔'' (۱۷) ''جو چاہے ایمان لے آئے اور جو چاہے کفر اختیار کرے''۔ آپ ﷺ نے اس حوالے سے نہ صرف جبر واکراہ کو ممنوع قرار دیا، بلکہ ہر ایسے رویے سے روکا جس کی وجہ سے مختلف مذاہب کے ماننے والوں کے مابین کشیدگی پیدا ہونے کا اندیشہ ہو۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ ﷺ کے ہاں کسی بھی مذہبی پیشوا یا مذہبی شخصیت کو برا بھلا کہنا حرام اور ناجائز ہے، کیونکہ اس سے دو مختلف مذاہب کے ماننے والوں کے درمیان لڑائی، جھگڑے، فتنے اور فساد کا اندیشہ ہے، جیسے قرآن مجید میں ارشاد ہے:

''وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ ۔'' (۱۸)

’’یہ لوگ اللہ کے سوا جن کو پکارتے ہیں انہیں برا بھلا مت کہنا، ورنہ وہ دشمنی اور نادانی کی وجہ سے اللہ کو برا بھلا کہنا شروع کردیں گے۔‘‘

۵:......ہوسِ ملک گیری

دنیا میں فتنے اور فساد کی ایک اہم وجہ ’’ہوسِ ملک گیری‘‘ بھی ہے، جس کے تحت ایک حکمران یا ایک قوم دوسروں کے وطن پر غاصبانہ قبضہ کرنا چاہتی ہے۔ یہ دنیا گزشتہ صدی میں دو عالمگیر لڑائیاں اس ہوس کے نتیجے میں دیکھ چکی ہے اور کروڑہا انسانوں کی لاشیں اٹھا چکی ہے۔ جہاں تک اسلامی تعلیمات یا پیغمبر اسلام ﷺ کی سیرتِ طیبہ کا تعلق ہے تو کسی کے ملک یا اس کے کسی حصے پر ناجائز قبضہ تو دور کی بات ہے، اسلام تو بالشت کے برابر بھی کسی کی زمین پر ناجائز قبضے کی اجازت نہیں دیتا، چنانچہ اسلام کے پیغمبر ﷺ نے فرمایا:

’’من أخذ شبرًا من الأرض ظلمًا طوقه یوم القیٰمة من سبع أرضین لا یقبل منه صرف و لا عدل۔‘‘(۱۹)

’’جس نے ایک بالشت کے برابر کسی کی زمین پر ناجائز طور پر قبضہ کیا تو قیامت کے دن تہ تک وہ زمین اس کی گردن پر لاد دی جائے گی اور نہ اس کی نفل عبادت خدا کے ہاں قبول ہوگی اور نہ فرض عبادت۔‘‘

اسلام نے ہوسِ ملک گیری کی نیت سے کسی کے ملک پر قبضہ کرنے کو قطعی طور پر حرام ٹھہرایا اور اپنے ماننے والوں کو ایسے ارادے سے بھی روک دیا، چنانچہ اسلام نے جہاد کے سلسلے میں وضاحت کردی کہ وہ محض ’’اعلاء کلمۃ اللہ‘‘ یعنی خدا کی بات کو بلند کرنے کے لیے ہو۔ کسی کے ملک پر قبضہ کرنے یا ان کے وسائل پر تسلط حاصل کرنے یا کسی اور نیت سے نہ ہو، ورنہ وہ جہاد فی سبیل اللہ (اللہ کے راستے میں جہاد) نہیں ہوگا، بلکہ فساد فی الارض (زمین پر فساد پھیلانے) کے لیے ہوگا۔ چنانچہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص مالِ غنیمت (جس میں مال و اسباب کے علاوہ خطۂ ارض بھی آجاتا ہے) کے لیے لڑتا ہے، کوئی ناموری اور شہرت کے لیے لڑتا ہے، کوئی اپنی بہادری کے جوہر دکھانے اور دوسروں پر اپنی دھاک بٹھانے کے لیے لڑتا ہے، اور کوئی قومی تعصب و حمیت کے لیے لڑتا ہے، ان میں کون سا اللہ کی راہ میں لڑتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

’’من قاتل لتکون کلمة اللّٰه هی العلیا فهو فی سبیل اللّٰه۔‘‘(۲۰)

’’جو شخص اس لیے قتال کرتا ہے کہ اللہ کا کلمہ بلند ہو، وہی اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والا ہے۔‘‘

اور خدا کے کلمہ کو بلند کرنے کا مطلب ہے کہ خدا کے رحیمانہ دین کو لوگوں تک پہنچانا، دنیا سے ظلم کو مٹانا، عدل، انصاف اور سماجی مساوات کا نظام قائم کرنا، لوگوں کو مذہبی اور فکری حوالے سے آزادی دلانا، عوام الناس کی گردنوں کو ظالم، بے رحم، سفاک اور استحصالی قوتوں کے پنجے سے آزادی دلانا۔ اور

یہ سب کچھ خدا کی رضا کے لیے ہو، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اور روایت میں وضاحت فرمادی کہ جو کام خدا کی رضا کے لیے نہ کیا گیا ہو، چاہے بظاہر وہ کتنا ہی عظیم ہو، لیکن وہ خدا کے ہاں قبولیت کی سند حاصل نہیں کر پائے گا، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’إن اللّٰہ لا یقبل من العمل إلا ما کان لہ خالصًا و ابتغی بہ وجہ اللّٰہ۔‘‘(۲۱)

’’خدا صرف وہی عمل قبول کرتا ہے جو خالصتاً اسی کے لیے اور اس کی رضا کے حصول کے لیے ہو۔‘‘

دنیا میں امن اور سلامتی کو قائم رکھنے کے لیے اور فتنہ اور فساد سے بچنے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اپنی تعلیمات اور پاکیزہ سیرت ہمارے لیے چھوڑی ہے، انسانی تاریخ اس کی مثال پیش نہیں کرسکتی۔ آج ہمارے سماج میں جو بدامنی، بے چینی، فتنہ اور فساد برپا نظر آتا ہے دراصل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ سے دوری کا نتیجہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حوالے سے ایک اصولی ہدایت دی تھی:

’’أحب للناس ماتحب لنفسک تکن مسلمًا۔‘‘(۲۲)

’’لوگوں کے لیے وہی پسند کرو جو اپنے لیے پسند کرتے ہو تو کامل مسلمان بنو گے۔‘‘

ہر شخص اپنی جان، مال، اور عزت کا تحفظ چاہتا ہے اور یہ بھی چاہتا ہے کہ اُسے مذہبی وفکری آزادی ہو اور ہر شخص اپنے وطن کی آزادی وخودمختاری چاہتا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ وہ دوسروں کے لیے بھی وہی سوچ رکھے اور ان کے ساتھ اسی رویے سے پیش آئے جس کی دوسروں سے توقع رکھتا ہے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ دنیا کے لوگ، حکمرانوں سے لے کر عوام تک اور عوام سے لے کر خواص تک ہر ایک خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ سیرت کو اپنے لیے نمونۂ عمل سمجھے اور اس پر عمل کرے۔ اسی طریقے سے ہی دنیا سے فتنہ اور فساد ختم کیا جاسکتا ہے اور امن اور سلامتی کی فضا پیدا کی جاسکتی ہے۔

حوالہ جات

۱:...... صحیح بخاری، دارالسلام للنشر والتوزیع، رقم الحدیث:۱۰۔
۲:......سنن نسائی، رقم الحدیث:۴۹۹۸۔
۳:......المائدہ:۳۲۔
۴:......النساء:۹۳۔
۵:......سنن ابوداؤد، رقم الحدیث:۲۷۶۰۔
۶:......النساء:۲۹۔
۷:......مسندِ احمد بن حنبل۔
۸:......صحیح مسلم، رقم الحدیث:۲۵۶۴۔
۹:......صحیح بخاری، ص:۱۶، حدیث:۶۷۔
۱۰:......الترغیب والترھیب، دارالفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع، ج:۴، ص:۲۲۔
۱۱:......الاسراء:۷۰
۱۲:......تفہیم القرآن، ج:۵، ص:۹۸ بحوالہ سنن بیھقی خطبہ حجۃ الوداع۔
۱۳:......الرحیق المختوم، المکتبۃ السلفیۃ، ص:۵۵۲۔
۱۴:......صحیح بخاری، حدیث:۶۹۱۷، ص:۱۱۹۱۔
۱۵:......البقرۃ:۲۵۶۔
۱۶:......الکافرون:۶
۱۷:......الکھف:۲۹۔
۱۸:......الانعام:۱۰۸۔
۱۹:......الزواجر عن اقتراف الکبائر، ج:۱، ص:۲۶۱
۲۰:......صحیح البخاری، ص:۴۶۶، حدیث:۲۸۱۰، ۷۴۵۸۔
۲۱:......شوکانی، نیل الاوطار، ج:۷، ص:۲۲۷
۲۲:......جامع الترمذی، الریاض دارالسلام، ۱۹۹۹ء، طبع اول، ص:۵۲۸، حدیث ۲۳۰۵۔

www.banuri.edu.pk